مروجہ حیلہ تملیک کا شرعی جائزہ

A Shariah Review of the Prevailing Heela of Tamlik

Israr ullah Mashwani
PhD Scholar, department of Islamic Thought History and culture, AIOU, Islamabad
Email: israrullahmashwani@gmail.com
Prof. Dr. Mohyuddin Hashmi
Chairman, Department of Islamic Thought History and Culture, AIOU, Islamabad
Email: mohyuddin.hashmi@aiou.edu.pk

Abstract:
Most of the sources of income of religious schools in addition to donations consist of Zakat, Ushar, Nazar etc. The costs of religious schools are also different. For example, staff salaries, accommodation expenses, student scholarships and payment of various utility bills etc. Because not every type of wealth can be spent on every type of consumption, rather, they can spend the amount of Zakat, Ushar and Nazar on certain expenses, while on some other expenses only sadakat can be spent and not Zakat etc. Sometimes the needs of a madrassa become too much, and it is not possible to manage from charity fund to meet them. In such a situation, these needs are fulfilled by making "Heela Tamlik " in Zakat wealth. Now the question arises that how to use the wealth of zakat to spend on non-consumables by "Heela Tamlik"? The article under review is the answer to this question. In this article, the Shari'ah review of the prevailing "Heela Tamlik" has been done.
Keywords: Relegous schools, Zakat, Heela Tamlik, Quran, Sunnah, Fiqh

دینی مدارس کے ذرائع آمدن کا زیادہ تر حصہ نفلی صدقات کے علاوہ زکوٰۃ، عشر، نذرو نیاز کی رقم وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ دینی مدارس کے مصارف بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں، مثلاً عملہ کی تنخواہیں، لنگر خانے کے اخراجات، طلبہ کے وظائف اور مختلف قسم کے یوٹیلیٹی بلز کی ادائیگی وغیرہ۔ چوں کہ ہر قسم کے مصرف پر ہر قسم کا مال خرچ نہیں کیا جاسکتا، بل کہ بعض مصارف پر زکوٰۃ، عشر اور نذرو نیاز کی رقم خرچ کرسکتے ہیں جب کہ دیگر بعض مصارف پر صرف نفلی صدقات خرچ کی جاسکتی ہے نہ کہ صدقات واجبہ۔ بعض اوقات کسی مدرسہ کی ضروریات زیادہ ہوجاتے ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لئے نفلی صدقات کا انتظام نہیں ہوپاتا، ایسی صورت حال میں مالِ زکوٰۃ میں حیلۂ تملیک کرکے ان ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر مصرف پر خرچ کرنے کے لئے مالِ زکوٰۃ میں حیلۂ تملیک کرنا کیسا ہے؟ زیر

نظر مضمون اس سوال کا جواب ہے۔اس مضمون میں مروجہ حیلہ تملیک کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔اس میں چار مباحث بیان ہوں گے۔ حیلہ تملیک کی لغوی واصطلاحی تعریف، حیلہ کے اقسام اور ان کا حکم، مشروع حیلوں کی حلت اور حرام حیلوں کی حرمت کے دلائل اور حیلہ تملیک کی تحقیق۔ تفصیل درج ذیل ہے:

حیلہ تملیک کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

حیلہ تملیک دراصل دو الفاظ کا مجموعہ ہے،ایک حیلہ اور دوسرا تملیک۔اس لئے ہر ایک لفظ کی الگ الگ لغوی و اصلاحی تعریف ذکر ہوگی، پھر مجموعے کی تعریف ذکر ہوگی۔ تفصیل درج ذیل ہے:

1: حیلہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

حیلہ کا لغوی معنی کسی معاملہ کے تدبیر میں مہارت ہے اور اسی طرح قوتِ فکر کو گردش دینا یہاں تک کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ حیلہ کی یاء اصل میں واو تھی۔[1] حیلہ دراصل خفیہ طریقے سے کسی نتیجے پر پہنچنے کا ذریعہ ہے۔اس کی جمع "حِیَلٌ "آتی ہے۔لفظ حیلہ کا استعمال زیادہ تر ان کاموں میں ہوتا ہے جن کا کرنا برا ہو۔ البتہ کبھی کبھار ایسے کام کے لئے بھی لفظ حیلہ کا استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی حکمت ہو۔[2]

ابن قیمؒ(م:751ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام لفظ حیلہ کو جس معنی میں استعمال کرتے ہیں وہ اس کے لغوی معنی سے خاص ہے،اس اعتبار سے یہ ایک خاص قسم کا عمل ہے جس کے ذریعہ سے فاعل ایک حالت سے دوسری حالت کو منتقل ہو جاتا ہے۔ پھر عام عرف میں لفظِ حیلہ کا استعمال ان پوشیدہ راہوں کے لئے ہونے لگا جن سے مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہو اس طور پر کہ اسے ایک طرح کی تیزی اور ذہانت کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔[3]

حیلہ کا اصطلاحی معنی "مقصود کو پانے کے لئے حرام راستے سے بچتے ہوئے حلال راستے کو اختیار کرنا" ہے۔ چناں چہ علامہ سرخسیؒ(م:483ھ) فرماتے ہیں:" يتخلص به الرجل من الحرام أو يتوصل به إلى الحلال"[4] کہ اس کے ذریعے سے بندہ اپنے آپ کو حرام سے بچاتا ہے اور یا اس کے ذریعے سے حلال تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

علامہ حمویؒ(م:1098ھ) فرماتے ہیں:"والمراد بها هنا ما يكون مخلصا شرعيا لمن ابتلي بحادثة دينية "[5] شریعت میں حیلہ سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے لئے جو سخت شرعی حکم میں مبتلا ہو آسان شرعی راہ ڈھونڈ نکالنا۔

علامہ جرجانیؒ(م:816ھ) فرماتے ہیں:" هي التي تحول المرء عما يكرهه إلى ما يحبه"[6] حیلہ وہ ہے جو آدمی کو اس کام سے پھیرتا ہے جو اسے ناپسند ہو اس کام کی طرف جسے وہ پسند کرتا ہو۔ایک مسلمان چوں کہ غیر شرعی کام کو پسند نہیں کرتا اس لئے وہ حیلہ کے ذریعے اپنے آپ کو غیر شرعی کام سے بچاتا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ(م:852ھ)فرماتے ہیں:"هي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي"[7] کہ پوشیدہ طریقے سے مقصود کو پہنچنا حیلہ کہلاتا ہے۔یہی بات ابن نجیمؒ(م:970ھ) نے بھی ذکر کی ہے کہ معاملات کے اندر غور و فکر کی مہارت اور اسی طرح اپنے مقصود تک پہنچنے کے لئے بار بار غور اور فکر کرنا حیلہ کہلاتا ہے۔[8]

متعلقہ الفاظ:

1: الخدعة (دھوکا دینا)

"الخدعة" دراصل کسی چیز کو چھپانا اور اسے فاسد کر دینا ہے اور اس سے مراد چھپی ہوئی حقیقت کے خلاف ظاہر کرنا ہے، عام ازیں کہ ارادہ جلبِ منفعت کا ہو یا دفعِ مضرت کا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ غور و فکر اور تدبر کے بعد ہی خدعہ کا تحقق ہو۔ حیلہ اور خدعہ کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے۔

خدعة بمعنی خديعة بھی آتا ہے جس کا معنی فریب اور دھوکا دینے کے ہے، اور اسی طرح یہ بمعنی "خلابة" بھی آتا ہے جس کا مطلب ہے کہ نرم گفت گو سے فریفتہ کرنا۔[9]

2: الغرور(دھوکا دینا)

کسی انسان کو وہم میں ڈالنا تاکہ وہ کوئی ایسا کام کرے جو اس کے لئے نقصان دہ ہو۔

3: تدبیر:

کسی معاملہ کو سیدھا اور استوار کرنا تاکہ اس کا انجام بہتر ہو۔ تدبیر کی اصل "دبر" سے ہے اس لئے معاملات کے "ادبار" ان کے انجام کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے حیلہ اور تدبیر مشترک ہے کہ دونوں میں کسی چیز کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف پھیرنا ہوتا ہے۔ جب کہ تدبیر حیلہ سے اس اعتبار سے خاص ہے کہ اس میں انجام کار صلاح ہوتا ہے، جب کہ حیلہ میں صلاح اور فساد دونوں ہوتے ہیں۔[10]

4: کید:

کید دراصل مکر اور فریب کے ذریعہ کسی دوسرے شخص کو ناپسندیدہ کام میں مبتلا کرنے کو کہتے ہیں۔[11]
یہ حیلہ کی ایک قسم ہے، بعض صورتوں میں ممدوح ہوتا ہے جب کہ بعض صورتوں میں مذموم۔ اگرچہ اس کا استعمال مذموم میں زیادہ ہے۔ اور اسی طرح استدراج اور مکر بھی دونوں معنوں میں مستعمل ہیں اور ان میں بعض ممدوح ہیں[12]۔ چناں چہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:"كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ"[13] کہ اس طرح کی تدبیر ہم نے یوسف علیہ السلام کی خاطر کر دی۔

5: **توریہ و تعریض:**

کوئی لفظ بولنا جس سے اس کے ظاہر معنی کے بجائے اس کا غیر ظاہر معنی مراد لیا جائے جب کہ لفظ میں اس غیر ظاہر المراد معنی کا بھی احتمال ہو۔ توریہ دراصل "سَتْر" کو کہتے ہیں اور تعریض صراحت کے خلاف کو کہتے ہیں۔[14]

6: **ذریعہ:**

کسی چیز کے وسیلے کو ذریعہ کہتے ہیں۔ اور "سدِ ذریعہ" ان مباح اسباب کے بند کر دینے کو کہتے ہیں جو حرام تک رسائی کا سبب بن سکتے ہوں۔[15]

2: **تملیک کی لغوی و اصطلاحی تعریف:**

لفظ تملیک دراصل مصدر ہے جس کا معنی ہے "کسی شخص کو کسی چیز کا مالک بنادینا"۔ اس کا اصل فعل ثلاثی "مَلَکَ" ہے، جس کا معنی ہے کہ اس نے اس چیز پر قابو پایا اس طور پر کہ وہ اس میں تنہا تصرف کر سکے۔[16]

فقہاء کے ہاں اس کا استعمال لغوی معنی سے علیٰحدہ نہیں ہے۔ جرجانیؒ (م:816ھ) فرماتے ہیں: "اتصال شرعي بين الإنسان وبين شيء يكون مطلقا لتصرفه فيه، وحاجزًا عن تصرف غيره فيه "[17] کہ "ملک" انسان اور کسی چیز کے درمیان ایک شرعی تعلق ہے جس کی وجہ سے انسان اس چیز میں تصرف کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور دوسرے کے اس میں تصرف کرنے کے لئے مانع ہوتا ہے۔ (دوسرے شخص کا اس کی ملکیت میں تصرف کرنا ناجائز ہوتا ہے۔)

شافعیہ میں ابن السبکیؒ (م:771ھ) نے درج ذیل تعریف ذکر کی ہے: " هو حكم شرعي يقدر في عين أو منفعة. يقتضي تمكن من ينسب إليه, من انتفاعه, والعوض عنه من حيث هو كذلك "[18] کہ وہ ایسا حکم شرعی ہے جو عین یا منفعت میں مقرر ہو جس کا تقاضا یہ ہو کہ وہ جس کی طرف منسوب ہو اس سے نفع حاصل کرے اور اسی طرح اس کی عوض بھی لے۔

متعلقہ الفاظ:

1: **ابراء:**

لغت میں ابراء "بری کرنا، نجات دینا اور کسی چیز سے دور کرنے" کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں کسی شخص کا اپنے حق کو جو دوسرے کے ذمہ ہے ساقط کرنا ہے۔ یہ ان فقہاء کے نزدیک ہے جو دین سے ابراء کو محض اسقاط سمجھتے ہیں، جب کہ بعض فقہاء ابراء کو تملیک قرار دیتے ہیں۔ فقہاء کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی کہ ابراء بیک وقت اسقاط اور تملیک دونوں معنی پر مشتمل ہے۔ البتہ کسی مسئلہ میں کبھی کبھار ایک معنی دوسرے معنی پر غالب آجاتا ہے۔ اس لحاظ سے ابراء تملیک سے عام ہے۔

2: اسقاط:

اسقاط لغت میں گرانے اور ڈالنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں ملک یا حق کا اس طرح زائل کرنا کہ اس کا کوئی حق دار یا مالک نہ رہے۔ اسقاط کی وجہ سے مطالبہ کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ساقط شدہ چیز معدوم ہو جاتی ہے اور وہ منتقل نہیں ہوتی، جیسے طلاق، عتاق اور قصاص کو معاف کرنا وغیرہ۔

تملیک اور اسقاط کے درمیان فرق یہ ہے کہ تملیک کا معنی زائل کرنا اور مالک کی طرف منتقل کرنا ہے جب کہ اسقاط کے اندر صرف ازالہ ہے، منتقل کرنا نہیں ہے، جیسا کہ اس کا کوئی مالک ہی نہ ہو۔ اس وجہ سے اسقاط تملیک سے عام ہے۔[19]

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں "حیلہ تملیک" کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ: "مستحقِ زکوٰۃ شخص کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا کر اس کی مدد سے ایسے مصرف پر خرچ کرنا جس پر مالِ زکوٰۃ کا خرچ کرنا ناجائز ہو"۔

حیلہ کے اقسام اور ان کا حکم:

علامہ ابن قیمؒ (م: 751ھ) نے تفصیل سے مشروعیت اور عدم مشروعیت کے لحاظ سے حیلوں کی قسمیں ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حیلوں کی دو ہی قسمیں ہیں، ایک مشروع حیلے اور دوسرے حرام حیلے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1: مشروع حیلے:

وہ حیلے جو گناہ سے خلاصی کے لئے یا حلال تک رسائی کے لئے یا حقوق صحیحہ تک رسائی کے لئے یا باطل کو دفع کرنے کے لئے اختیار کئے جائے۔ اس طرح کے حیلے نہ تو کسی شرعی اصول کو معدوم کرتے ہیں اور نہ ہی کسی شرعی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں:

1: پہلی قسم:

نفس حیلہ تو حرام ہو مگر اس سے امر مشروع اور کسی جائز مقصد تک رسائی حاصل کی جائے۔ مثلاً کسی شخص پر دوسرے شخص کا کوئی حق ہو اور وہ اس کا انکار کر رہا ہو، جب کہ مدعی کے پاس گواہ بھی نہ ہو۔ ایسی صورت حال میں مدعی دو جھوٹے گواہ پیش کرے جو اس کے لئے گواہی دیں حالاں کہ اس حق کا انہیں علم نہ ہو۔ اس قسم کا حیلہ اپنانے والا ذریعہ میں گناہ گار تو ہو گا لیکن مقصد میں نہیں۔

2: دوسری قسم:

نفس حیلہ مشروع ہو اور اس کے ذریعے امر مشروع تک رسائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اس کی مثال وہ اسباب ہیں جن کو شارع نے مسببات تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ جیسے بیع، اجارہ اور اسی طرح دوسرے عقود۔ اسی میں جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے حیلے بھی شامل ہیں۔

3: **تیسری قسم:**

نفس حیلہ مشروع تک پہنچنے کا ذریعہ مقرر نہ ہو لیکن حیلہ کرنے والا اس کو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے۔ اس کی مثالیں عام لوگوں کے کلام میں جائز تعریضات ہیں۔

2: **حرام حیلے:**

یہ وہ حیلے ہیں جو حرام ہیں، یا حقوق کو باطل کرنے یا باطل کو مزین کرنے یا شبہ پیدا کرنے تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ یہ حیلے دراصل شرعی اصولوں کو توڑتے ہیں یا شرعی مصالح کے مخالف ہوتے ہیں۔ حرام حیلوں میں بعض وہ ہیں جن کی حرمت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، جب کہ بعض وہ ہیں جن میں اختلاف ہے، حرام حیلوں کی بھی تین قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1: **پہلی قسم:**

نفس حیلہ بھی حرام ہو اور اس سے کسی حرام کام کا ارادہ کیا جائے۔ مثلاً کوئی شخص بیوی کو تین طلاق دے اور حلالہ کی عار سے بچنے کے لئے یہ حیلہ اختیار کرے کہ ولی یا گواہوں کے فاسق ہونے کی وجہ سے نکاح کی صحت کو مشکوک بنائے تا کہ نکاح فاسد میں طلاق کا وقوع صحیح نہ ہو۔

2: **دوسری قسم:**

نفس حیلہ مباح ہو لیکن اس کے ذریعے حرام کا ارادہ کیا جائے۔ جیسے ڈاکہ زنی کرنے کے لئے یا کسی بے گناہ شخص کو قتل کرنے کے لئے سفر کرنا۔

3: **تیسری قسم:**

حیلہ حرام تک پہنچنے کا وسیلہ مقرر نہ ہو بل کہ امر مشروع تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ مقرر ہو، تاہم حیلہ کرنے والا شخص اسے حرام تک رسائی کا وسیلہ بنالے۔ جیسے کوئی شخص اپنے وارث کے لئے وصیت کرنا چاہے تو وہ اس کے لئے اقرار کرے اور اقرار کو وارث کے لئے وصیت کا ذریعہ بنائے۔[20]

مشرع حیلوں کی مشروعیت اور حرام کی حرمت کے دلائل:

ذیل میں مشروع حیلوں کی مشروعیت اور حرام حیلوں کی حرمت کے دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا"[21]

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جو مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں، جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہوں اور نہ ہی کوئی راہ پاتے ہوں۔

درج بالا آیت کریمہ میں "حیلہ" سے مراد کافروں سے اپنے آپ کو چھڑانا اور بچانا ہے جو پسندیدہ حیلہ ہے۔اس سے اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ کوئی ایسا حیلہ اختیار کرنا جس کے ذریعے سے کوئی شخص اپنے آپ کو کافروں کے چُنگل سے آزاد کرے جائز ہے۔لہٰذا اس طرح کے دیگر مباح حیلے بھی جائز ہوں گے۔

دوسری دلیل:

جس شخص کو کفر کے ارتکاب کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہو اس کو شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ صرف زبان سے کلمۂ کفر کا تلفظ کرے، جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ چناں چہ ارشادی باری تعالیٰ ہے:

"إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ "[22] کہ سوائے اس شخص کے جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایسا حیلہ اختیار کرنا کہ بندہ بظاہر کلمہ کفر پر تلفظ کرے جب کہ اس کے دل میں کلمہ کفر سے نفرت ہو اور اس کا دل اپنے ایمان پر مطمئن ہو جائز ہے۔اور یہ بھی ایک مشروع حیلہ ہے۔

تیسری دلیل:

حرام سے نکل کر حلال کی طرف آنا اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا شرعاً واجب ہے، اور اس عظیم مقصد کو پہنچانے والے اسباب اور وسائل کو اختیار کر کے ان کے لئے حیلہ کرنا شرعاً محمود اور مطلوب ہو گا۔ان اسباب میں مباح حیلے بھی داخل ہیں۔اور اسی قبیل سے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ "[23] اور اپنے ہاتھ میں جھاڑوں کا مٹھا لے کر مارے اور قسم نہ توڑ۔یہ حانث ہونے سے بچنے کے لئے ایک حیلہ ہے جس کی تلقین حضرت ایوب علیہ السلام کو کی گئی تھی۔لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لئے حیلہ اختیار کرنا جائز ہے۔چناں چہ نبی کریم ﷺ نے بھی ایک معمر اور کمزور صحابی کے حق میں اس پر عمل کیا تھا۔حضرت ابوامامہؓ (م:86ھ) سے روایت ہے: کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے بعض انصار صحابہ نے خبر دی کہ ان میں ایک شخص بیمار ہوا تھا یہاں تک کہ ضعیف ہو کر اس کے ہڈی پر صرف چمڑا رہ گیا تھا، اس وقت ان کے پاس ایک شخص کی باندی گئی جسے دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور اس سے زنا کر لیا۔جب ان کی قوم ان کی عیادت کے لئے گئی تو انہوں نے ساری صورت حال بتا دی اور کہا کہ میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھو کہ میرے پاس ایک باندی آئی تھی اور میں نے اس سے زنا کر لیا ہے۔ان لوگوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا

اور کہا کہ ہم نے تو ایسا بیمار اور ناتواں کسی کو نہیں دیکھا جیسے وہ ہیں۔ اگر ہم ان کو آپ ﷺ کے پاس لے آئیں تو ان کی ہڈیاں بکھر جائیں گی، وہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ" أن يأخذوا له مائة شمراخ، فيضربوه بها ضربة واحدة"[24] کہ درخت کی سو ٹہنیاں لیں اور اس سے ان کو ایک بار ماریں۔

اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ (م:64ھ) کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا، وہ عمدہ کھجوریں لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ، خدا کی قسم، نہیں، ہم دو صاع کے بدلہ اس میں سے ایک صاع اور تین صاع کے بدلہ دو صاع لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تفعل ،بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا "[25] کہ ایسا نہ کرو بل کہ اپنی جمع کردہ کھجور کو درہموں سے بیچ دیا کرو اور پھر عمدہ کھجوریں درہموں سے خرید لیا کرو۔

نبی کریم ﷺ کا دراہم سے کھجور خریدنے کا حکم فرمانا اور اس کے مثل سے خریدنے سے منع فرمانا دراصل ان کو حرام عقد جو ربا پر مشتمل ہے سے بچانا ہے اور ان کو حلال عقد اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اور یہی گناہ سے بچنے کا حیلہ ہے۔

چوتھی دلیل:

مسببات کو حاصل کرنے کے لئے مشروع اور مباح اسباب کو اختیار کرنا۔ جیسے کھانا، پینا، ضروری سفر کرنا، اسی طرح مباح شرعی عقود سب کے سب معقود علیہ کے حصول کے حیلے ہیں۔ لہٰذا اگر حیلہ مشروع سبب ہو اور جس کام کے لئے حیلہ اختیار کیا گیا ہو وہ بھی مشروع ہو تو اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[26]

پانچویں دلیل:

حیلے دراصل اس وجہ سے حرام ہوتے ہیں کہ وہ شرعی اصولوں کو توڑتے ہیں اور اسی طرح وہ شرعی مصالح کے خلاف ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر حیلے اصولِ شرع کے خلاف نہ ہوں تو ان کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[27]

2: حرام حیلوں کی حرمت کے دلائل:

ذیل میں حرام حیلوں کی حرمت کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:

حرام حیلوں کی بنیاد فریب، دھوکہ دہی، اخفائے حقیقت، تلبیس اور حرام تک پہنچنے کے جائز اور ناجائز ہر طرح کے ذرائع اختیار کرنے پر ہے۔[28] ان کی چند مثالیں اور دلائل درج ذیل ہیں:

1: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: " لعن رسول الله صلى الله عليه و سلم المحل والمحلل له "[29] رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اور یہ اس لئے کہ اس میں نکاح کے نام پر زنا کو حلال سمجھنا ہے۔ حلالہ کرنے والے کے دل میں نکاح کی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس عورت کو بیوی بنانا چاہتا ہے اور نہ ہی عورت اس کی بیوی بننا چاہتی ہے۔اس طرح حلالہ کرنے والے نے شرعی الفاظ کو عقد نکاح کے مقصد اور حقیقت کے خلاف یا عقد نکاح کے احکام سے خارج امر کا ذریعہ بنایا ہے جو عورت کا اس کے طلاق دینے والے شوہر کے پاس واپس ہونا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (م:68ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محلل کے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"لا، الا نكاح رغبة، لانكاح دلسة ولااستهزاء بكتاب الله ثم يذوق عسيلتها"۔[30] کہ یہ درست نہیں ہے،ہاں جب کہ رغبت سے نکاح ہو۔فریب اور دھوکہ کا نکاح اور اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزاء صحیح نہیں ہے اور پھر وہ اس کا ذائقہ چکھے۔

2: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:" قاتل الله يهود حرمت عليهم الشحوم فباعوها وأكلوا أثمانها"[31] کہ اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے،ان لوگوں پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کھائی۔یہودیوں پر چربی حرام تھی،توان لوگوں نے حیلہ اختیار کر کے عین چربی کے بجائے اس کی قیمت کھائی۔

3: سود خور کا قول کہ میں نے یہ سامان آپ کے ہاتھ اتنے میں فروخت کیا اس شرط پر کہ تم یہ میرے ہاتھ اس سے کم قیمت پر بیچو گے۔یہ بیع "عینہ" ہے۔اس میں حقیقی بیع کا ارادہ نہیں ہوتا۔بائع اور مشتری میں سے کسی بھی شخص کا سامان سے کچھ غرض نہیں ہوتا،بل کہ بائع کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامان اس کے پاس ثمن سے زائد مال کے ساتھ واپس آجائے۔چناں چہ حضرت انسؓ (م:93ھ) اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ (م:68ھ) سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ ان دونوں حضرات سے بیع عینہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے۔چناں چہ ان دونوں حضرات نے اسے دھوکہ قرار دیا۔[32]

4: اللہ تعالیٰ نے حرام اشیاء کے بارے میں یہودیوں کے حیلہ کی مذمت کی ہے،چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ"[33] اور تم خوب جان چکے ہو ان لوگوں کو جنھوں نے تم میں سے ہفتے کے دن میں تجاوز کیا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام کیا تھا لیکن بعض یہودی تالاب کھود لیتے تھے اور تالاب سے دریا تک نہر بناتے،جب ہفتہ کا دن آتا تو نہر کھول دیتے،اس طرح بہت سی مچھلیاں تالاب میں آجاتیں اور پھر وہ لوگ اتوار کے دن آکر تالاب سے جمع شدہ مچھلیاں پکڑ کر لے جاتے اور کہتے کہ ہم نے تو اتوار کے دن شکار کیا ہے۔چناں چہ ان لوگوں کو سزا دی گئی اور ان کے چہرے مسخ کر کے بندر بنادئے گئے۔اس لئے کہ ان لوگوں نے حیلہ کے ذریعہ حرام کو حلال قرار دیا تھا۔[34]

5: نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "إنما الأعمال بالنيات"[35] کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعمال دراصل نیتوں اور مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔ بندہ کو اس کے قول اور عمل کے ظاہر پر کچھ بھی نہیں ملے گا، بل کہ اس نے جو نیت کی ہے اور دل میں جو کچھ رکھا ہے اس کے مطابق اسے بدلہ ملے گا۔ چناں چہ اگر کوئی شخص ربوی اموال میں عقد بیع کے ذریعے سود لینے کی نیت رکھے اور سود لے تو وہ سود خور ہو گا۔ ہر وہ عمل جس کے ذریعے کسی کی حق تلفی کا ارادہ کیا جائے وہ حرام ہے۔[36]

مروجہ حیلۂ تملیک کی تحقیق:

جیسا کہ تفصیلاً بیان ہو چکا ہے کہ "حیلۂ شرعی" مقصود کو پانے کے لئے حرام راستے سے بچتے ہوئے حلال راستے کو اختیار کرنا ہے، اس لئے مالِ زکوٰۃ میں طے شدہ شرائط کے مطابق حیلۂ تملیک کرنا جائز ہے۔ اور یہ اس لئے کہ بعض اوقات کسی دینی مدرسہ / رفاہی ادارہ کی ضروریات اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ ان کو پورا کرنے کے لئے نفلی صدقات ناکافی ہو جاتی ہیں، جب کہ مدرسہ میں مالِ زکوٰۃ وافر مقدار میں موجود ہونے کے باوجود ان مصارف پر خرچ کرنا ناجائز ہوتا ہے۔ اس لئے بامر مجبوری مالِ زکوٰۃ میں حیلۂ تملیک کر کے ان مصارف پر خرچ کرنا جائز ہو گا۔ البتہ علمائے کرام نے حیلۂ تملیک کرنے کے لئے اور اس کے صحیح ہونے کے لئے تین شرائط کا ذکر کیا ہے جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ شرائط درج ذیل ہے:

پہلی شرط:

حیلۂ تملیک چونکہ حیلہ ہے اور حیلے کا حکم یہ ہے کہ اشد ضرورت کے وقت ہی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، اس لئے بلا ضرورتِ شدیدہ حیلۂ تملیک کرنا جائز نہیں ہے۔[37]

دوسری شرط:

مستحق زکوٰۃ کو باقاعدہ مالک بنایا جائے، بایں طور کہ وہ مالک بننے کے بعد خود مختار ہو۔ اگر وہ ساری رقم خود رکھنا چاہے تو وہ رکھ سکے گا۔ ہاں اگر وہ بطیب خاطر وہ رقم مدرسہ میں لگانا چاہے تو لگا سکتا ہے۔[38]

تیسری شرط:

مالک بناتے وقت یہ شرط نہ لگائے کہ مالک بننے کے بعد وہ یہ رقم مدرسہ میں جمع کرے۔ ہاں البتہ ترغیب کی حد تک کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً اس مدرسہ کی ضروریات زیادہ ہیں اور اسے رقم کی ضرورت ہے۔ لیکن شرط لگانا یا زبردستی کرنا کہ مالک بننے کے بعد اس پر زبردستی کرتے ہوئے اس سے رقم واپس لی جائے تو اس طرح کی تملیک شرعی تملیک نہیں ہو گی،

اور یہ صورت ناجائز ہوگی۔[39] چناں چہ علاء الدین حصکفیؒ (م:1088ھ) تحریر فرماتے ہیں:"والحيلة ان يتصدق على الفقيرثم يأ مر بفعل هذالاشياء فتكون لرب المال ثواب الزكاة وللفقيرثواب التقرب"۔[40]

کہ حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو صدقہ دے اور پھر اسے ان اشیاء (جن پر زکوٰۃ کا مال لگانا درست نہ ہو) کا کہے تو مالک کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا ثواب ملے گا اور فقیر کو نیکی (صدقہ) کرنے کا۔

حیلہ تملیک کی دوسری صورت:

حیلہ تملیک کی ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ مستحق زکوٰۃ سے کہا جائے کہ وہ کسی سے قرضِ حسنہ لے کر مدرسہ کی ضروریات میں لگادے، پھر اس کا قرضہ زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا جائے۔اس طرح کرنے سے مدرسہ کی ضروریات بھی پوری ہوجائیں گی اور اس کا قرضہ بھی ادا ہوجائے گا۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے:" والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير "[41] کہ جس شخص پر قرض ہو اسے زکوٰۃ دینا فقیر کو زکوٰۃ دینے سے بہتر ہے۔

تملیک کے بعد رقم کا مصرف:

شرعی تملیک کرنے کے بعد اگر مستحق زکوٰۃ وہ رقم یا اس کا کچھ حصہ مدرسہ کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اب وہ نفلی صدقہ کے حکم میں ہے، لہٰذا وہ تعمیر، اساتذہ کی تنخواہوں، لنگر خانے اور دیگر ضروریات میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔[42] اور یہ اس لئے کہ تملیک شرعی کے بعد وہ شخص اس رقم کا مالک بن گیا، اب وہ اس رقم میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا مجاز ہے۔فقہائے کرام کے ہاں یہ اصول مسلم ہے کہ ملکیت کی تبدیلی کی وجہ سے عین شی میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔چناں چہ ملا خسروؒ (م:885ھ) فرماتے ہیں:" من الأصول المقررة أن تبدل الملك قائم مقام تبدل الذات"[43] کہ طے شدہ اصولوں میں سے یہ ہے کہ ملکیت کی تبدیلی ذات کی تبدیلی کے قائم مقام ہے۔اور یہ اصول دراصل نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے جب کہ آپ ﷺ پر وہ گوشت پیش کیا گیا جو حضرت بریرہؓ کو صدقہ میں ملا تھا، تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "هو لها صدقة ولنا هدية"۔[44] کہ یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔گویا جب یہ گوشت بریرہؓ کی ملکیت میں آیا تو یہ صدقہ کا گوشت تھا، لیکن جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیا تو یہ ہدیہ ہوگیا، اور آپ ﷺ کے لئے ہدیہ مباح تھا۔

حیلہ تملیک کا متبادل:

دینی مدارس میں اگرچہ حیلۂ تملیک پر عمل ہورہا ہے جو شرعی رو سے درست طریقہ ہے، بشرطیکہ تملیک شرعی کی صورت ہو۔لیکن بعض اوقات صرف ظاہری طور پر تملیک کیا جاتا ہے اور حقیقت میں ہاتھوں کی ہیرا پھیری ہوتی ہے جو قطعاً درست نہیں ہے۔اس لئے بعض علماء کرام حیلۂ تملیک کے بجائے یہ تجویز دیتے ہیں کہ طلبہ پر ماہانہ فیس

مقرر کیا جائے، پھر ان میں سے جو زکوٰۃ کے مستحقین ہوں ان کی مال زکوٰۃ سے امداد کرنی چاہئے، یوں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور مدرسہ کی ضروریات بھی پوری ہوں گی۔[45]

خلاصہ کلام یہ کہ اگر حیلۂ تملیک اپنی شرائط کے ساتھ پائی جائے تو بوقت ضرورت ایسا کرنا درست ہے، البتہ اگر حیلۂ تملیک کے ذکر شدہ متبادل یا کسی اور جائز متبادل پر عمل کیا جائے تو یہ عمل بھی شرعی رو سے درست ہو گا۔

خلاصۃ البحث:

"حیلۂ شرعی" مقصود کو پانے کے لئے حرام راستے سے بچتے ہوئے حلال راستے کو اختیار کرنا ہے۔ اس کی ایک قسم حیلۂ تملیک ہے جس کے لئے علمائے کرام نے یہ شرائط لگائے ہے کہ یہ حیلہ اختیار کرنا تب درست ہے جب کہ اشد ضرورت ہو، باقاعدہ طور پر کسی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو مالک بنادیا جائے اور اس کو اس بات کا پابند نہ بنایا جائے کہ مالک بننے کے بعد وہ یہ رقم واپس لوٹائے۔ اس حیلہ کی دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ مستحقِ زکوٰۃ سے کہا جائے کہ وہ کسی سے قرضِ حسنہ لے کر مدرسہ کی ضروریات میں لگادے، پھر اس کا قرضہ زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا جائے۔ حیلۂ تملیک کا متبادل یہ ہو سکتا ہے کہ طلبہ پر ماہانہ فیس مقرر کیا جائے اور پھر ان میں سے جو مستحقِ زکوٰۃ ہوں ان کی مال زکوٰۃ سے امداد کی جائے۔ اس طرح کرنے سے زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور مستحق طلبہ کے ساتھ تعاون بھی ہو جائے گا۔

حوالہ جات

[1] الفيومي ، أحمد بن محمد بن علي، المصباح المنير(بيروت: المكتبة العصرية)ص84۔

[2] الراغب الأصفهانى،أبو القاسم الحسين بن محمد، المفردات في غريب القرآن(بيروت: دار القلم،الطبعة: الأولى - 1412 ھ)ص 267۔

[3] ابن قيم، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين(مصر: مكتبة الكليات الأزهرية، 1388ھ)ج3 ص240۔

[4] السرخسي، شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل، المبسوط(بيروت: دار الفكر، الطبعة الأولى، 1421ھ)ج30 ص373۔

[5] الحموي، أحمد بن محمد، غمز عيون البصائر(بيروت: دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1405ھ)ج1ص38۔

[6] الجرجاني، علي بن محمد،كتاب التعريفات(بيروت:دار الكتب العلمية ،الطبعة: الأولى 1403ھ)ص94۔

[7] العسقلاني، أحمد بن علي،فتح الباري(بيروت:دار المعرفة، 1379ھ)ج 12ص326۔

[8] ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم،الاشباه والنظائر (بيروت: دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 ھ)350۔

[9] الفيومي ،المصباح المنير،ص88۔

[10] العسكري، أبو هلال العسكري، الفروق اللغوية(بيروت: مؤسسة النشر الاسلامي، الطبعة: الاولى، 1412ھ) ص 206۔

[11] الفيومي ،المصباح المنير،ص281۔

[12] الراغب الأصفهانى، المفردات في غريب القرآن،ص728۔

[13]سوره يوسف: 76

[14] الفيومي ،المصباح المنير،ص338۔

[15]مجموعة من المؤلفين،الموسوعة الفقهية الكويتية،(الكويت: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، 1427ھ) ج18 ص330۔

[16]مجموعة من المؤلفين،المعجم الوسيط(بيروت:دارالدعوة)ج 2ص886۔

[17] الجرجاني،كتاب التعريفات،ص229۔

[18] السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، الأشباه و النظائر(لبنان: دار الكتب العلمية بيروت)ص316۔

[19]مجموعة من المؤلفين،الموسوعة الفقهية الكويتية، ج14ص24۔

[20] ابن قيم، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين(مصر: مكتبة الكليات الأزهرية، 1388ھ)ج3 ص333-336۔

[21] سورة النساء:98

[22] سورة النحل:106

[23] سورة ص:44

[24]السِّجِسْتاني، أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود(بيروت: المكتبة العصرية)ج4ص161۔

[25]البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري(بيروت: دار ابن كثير، الطبعة الثالثة، 1987ء)ج2ص767۔

[26]مجموعة من المؤلفين،الموسوعة الفقهية الكويتية، ج18ص331۔

[27]ابن قيم، إعلام الموقعين ،ج3 ص242۔

[28] ابن قيم، إعلام الموقعين ،ج3 ص160۔

[29]الترمذي، سنن الترمذي،ج3 ص428۔

[30] ابن قيم، إعلام الموقعين ،ج3 ص161۔ حدیث ابن عباسؓ(م:68ھ)کی روایت جوزجانیؒ(م:259ھ)کے حوالے سے ابن کثیر(م:774ھ)نے اپنی تفسیر ابن کثیر ج1 ص496،ط:دارالاندلس میں کی ہے۔اس کی سند ضعیف ہے،البتہ حافظ ابن کثیر (م:774ھ)نے شواہد کے ذریعے اس حدیث کو قوی ثابت کیا ہے۔

[31]البخاري، صحيح البخاري،ج2ص775۔

[32] ابن قيم، إعلام الموقعين ،ج3 ص160۔

[33] سورة البقرة:65

[34] ابن قيم، إعلام الموقعين ،ج3 ص162۔

[35] البخاري، صحيح البخاري،ج1ص3۔

[36] العسقلاني،فتح الباري، ج 12ص328۔

[37] مفتی رضاء الحق، فتاوی دارالعلوم زکریا(کراچی:زم زم پبلشرز،2009ء)ج3 ص210، منصورپوری، مفتی محمد سلمان، کتاب النوازل(انڈیا:المرکزالعلمی للنشر والتحقیق،2015ء)ج6ص596۔

[38] لدھیانوی، مفتی رشید احمد،احسن الفتاوی(کراچی:ایچ،ایم سعید کمپنی،1425ھ)ج4ص306، گنگوہی، مفتی محمود حسن، فتاوی محمودیہ(کراچی: جامعہ فاروقیہ)ج9ص502، تھانوی، امداد الفتاوی، ج2ص44۔

[39] نفس مصدر

[40] الحصكفي، علاء الدين محمد بن علي،الدرالمنتقى على هامش مجمع الانهر،(بيروت: دارالكتب العلمية) ج1ص329۔

[41] نظام ، الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند،الفتاوى الهندية(بيروت:دارالفكر الطبعة: الثانية، 1310 ھ)ج 1 ص 188۔

[42] عثمانی، مفتی عزیزالرحمن، فتاوی دارالعلوم دیوبند(کراچی دارالاشاعت،2002ء)ج6ص138، جالندھری، مولانا خیر محمد، خیر الفتاوی(ملتان: مکتبہ امدادیہ)ج6ص682، مفتی محمود، فتاوی مفتی محمود،(لاہور:اشتیاق اے مشتاق پریس،2002ء)ج3ص 236۔

[43] ملا خسرو، محمد بن فرامرز بن علي، درر الحكام(بيروت: دار إحياء الكتب العربية)ج2ص32۔

[44] البخاري، صحيح البخاري، ج2ص910۔

[45] القاسمی، مفتی شبیراحمد، فتاوی قاسمیہ(انڈیا:مکتبہ اشرفیہ دیوبند،1437ھ)ج11ص87، مفتی رضاء الحق، فتاوی دارالعلوم زکریا، ج3ص210۔